حق چار یار

خدام اہل سنت کی دُعا

از قلم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ

خدایا اہل سُنت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر وہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہؐ کی سنت کا ہر سُو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو
ابو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہل بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجؓ نبی پاکؐ کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچم اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچم اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہو آئینی تحفظ ملک میں ختم نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسول پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر ایک سُنّی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہل سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دین حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرؔ ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں قیامت میں تیری رضواں

2
اصل کلمہ اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
یا اللہ مدد
ماہنامہ
حق چار یار رضی اللہ عنہم
لاہور
ابوبکر صدیق
عمر فاروق
عثمان غنی
علی المرتضیٰ
جلد 32 شمارہ 01 - ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ، جنوری 2019ء
زیر نگرانی
قائد اہل سنت
قاضی مظہر حسین
بدل اشتراک
اندرون ملک فی پرچہ 35 روپے سالانہ چندہ 350 روپے
بیرون ملک مشرق وسطیٰ 85 ریال امریکہ یورپ برطانیہ 20 پونڈ
قاضی ظاہر حسین بزار صاحب 0333-5783036
مدیر مسئول
محمد مسعود صاحب
نائب مدیر
ماسٹر منظور حسین صاحب
رابطہ
دفتر ماہنامہ حق چار یار متصل جامع مسجد میاں برکت علی
مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور
0322-4135093
0302-4166462
042-37427872
پبلشر حافظ محمد مسعود نے افضل شریف پرنٹرز سے چھپوا کر ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ ☆

ماہنامہ حق چار یارؓ۔ نومبر کے شمارہ میں اداریہ کا عنوان تھا۔ ریاستِ مدینہ یا نظامِ خلافت راشدہ؟ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ریاستِ مدینہ کا کامل اور مکمل نمونہ نظامِ خلافت راشدہ موعودہ کا دور حکومت ہے اور ماہ دسمبر کے اداریہ میں کہ ریاستِ پاکستان، ریاستِ مدینہ کیسے بنے گی؟ یہ عنوان اس لیے منتخب کیا گیا کہ ملک میں ۲۰۱۸ء میں قائم ہونے والی حکومت کے سربراہ عمران خان نیازی نے ریاستِ مدینہ کو اپنا رول ماڈل قرار دیا ہے تو انہیں بانی ریاستِ مدینہ حضور خاتم النبیین ﷺ کا حجۃ الوداع کے موقع پر آخری خطبہ میں اعلانات بنیادی طور پر سامنے رکھنے چاہئیں۔

خلافتِ راشدہ موعودہ کے پہلے تاجدار، جانشینِ رسول، خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد مسجد نبوی میں ایک خطبہ دیا۔ خطبہ مسنونہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اما بعد! ایھا الناس۔ ترجمہ: ''لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں اور میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں، اور قرآن کریم اُترا اور نبی کریم ﷺ نے سنتیں قائم کیں، ہمیں آپ ﷺ نے پڑھایا اور ہم جان گئے ...... جان لو بہترین دانائی اللہ کا خوف ہے اور سب سے بڑی بیوقوفی فسق و فجور ہے۔ اور بیشک تم میں سے قوی ترین آدمی میرے سامنے کمزور ہے یہاں تک میں اس سے دوسروں کا حق حاصل نہ کرلوں۔ اور تمہارا کمزور ترین آدمی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق اس کو دلوا نہ دوں۔ اے لوگو! میں پہلی راہ پر چلنے والا ہوں۔ نئی راہ نکالنے والا نہیں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں کج روی اختیار کروں تو مجھے صحیح لائن پر لے آؤ ...... اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا: ...... یاد رکھو جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے خدا اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس کو عام مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔''

☆ امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت، پاکستان

مفکرِ اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ خطبہ کیا تھا اسلامی حکومت کا ایک چارٹر تھا جس میں آپ نے وہ تمام اصول جن پر سلطنتِ اسلامی قائم ہوتی ہے۔ نہایت اسلوبی سے بیان فرما دیئے ...... پہلی بات آپ نے یہ فرمائی میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں۔ یعنی خود حاکم نہیں بنا اس کے لیے مجھے چنا گیا ہے ...... اسلامی سربراہ عوام کے انتخاب سے سامنے آتا ہے۔ تسلط اور طاقت سے نہیں۔ اسلام کا مزاج حکومت یہ ہے جو کسی عہدے کا طالب ہو اُسے یہ ذمہ داری نہ دی جائے۔

② دوسری لائق توجہ بات آپ کا یہ جملہ ہے کہ میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں محض انکساری نہیں ایک دور رس تعبیر کا حامل ہے۔ اس میں آپ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ حکومت کسی کو اس کے ذاتی کمالات پر نہ دی جائے۔ یہ ایک خدمت ہے کوئی ثمرہ نہیں۔ ایک محنت ہے۔ ایک ذمہ داری ہے۔ ایک پوری قوم کی پہرہ داری ہے۔ اس کا فیصلہ علو ذات یا ذاتی کمالات پر نہیں۔ اس کا مدار قوت قائم رکھنے اور عدل وانصاف قائم کرنے پر ہے اور اس ذمہ داری میں سب ایک جیسے ہیں جس کو بھی چن لیا جائے وہی سربراہ ہے۔ موضوع خلافت میں ذاتی کمالات کو لانا اس کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بالکل نفی کر دی۔

③ آپ نے اپنے نظام حکومت کی اساس قرآن وسنت کو قرار دیا۔ ④ شریعت اور قانون کا مدار ظاہر پر ہے۔ لیکن دین کی روح تقویٰ اور اللہ کے خوف میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر متنبہ فرمایا کہ صرف نفاذ شریعت سے کام نہ چلے گا۔ جب تک قلوب خدا کے آگے نہ جھکے ہوں۔ جس طرح یہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ نفاذ شریعت کرے یہ بھی اس کے ذمہ ہے کہ فسق و فجور پیدا کرنے کے جملہ ذرائع کی روک تھام کرے اور تقویٰ وطہارت کی راہیں امت کے لیے آسان کرے۔ ⑤ آپ نے حکومت کی بنیاد اس قوت کو قرار دیا جو ظالم سے مظلوم کو حق دلوا سکے۔ اور اگر حکومت اپنی مملکت کے اندر ذی اثر غنڈوں۔ ڈاکوؤں اور بدمعاشوں سے ڈرے، نہ قاتلوں کو پکڑ سکے اور نہ قاتلوں کا پتہ لگا سکے تو یہ حکومت اپنے جوہر ذات سے محروم ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطبہ میں حکومت کی بنیاد اس قوت کو قرار دیا جس کے ساتھ حقوق الٰہیہ اور حقوق انسانیہ کے گرد پہرہ دیا جاسکے۔ یہاں تک کہ عدل وانصاف کے پلڑے میں ہر شخص اپنا حق لے سکے۔ ⑥ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خطبہ میں اعلان فرمایا کہ میں مطلق العنان حکمران نہ ہوں گا۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ نئی راہیں نہیں بنانی۔ انما انا متبعٌ ولستُ بمبتدعٍ۔ اس سے سبق ملا کہ مسلمانوں کو اپنے پیشواؤں پر نظر رکھنی چاہیے خصوصاً پیرانِ طریقت پر کہ وہ متبع سنت ہیں یا مبتدع

......مبتدع یہ کہہ کہ حرج کیا ہے؟ نئی نئی بدعت کی راہیں قائم کرے گا اور یہ نہ سمجھے گا کہ اس سے بڑا کیا حرج ہوگا کہ انسان اپنے پہلوں کے نقش قدم پر نہ رہے۔ ⑦ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں حدودِ احسان میں رہوں تو میری اعانت کرو۔ اور اگر میں کج روی اختیار کروں تو مجھے صحیح لائن پر لگا دو۔ اس سے پتہ چلا کہ اسلام میں حکمران کی اطاعت انہی حدود میں ہے کہ وہ حکم میں اللہ اور اس کے رسول کے مطابق رہے۔ اولی الامر کی اطاعت مطلق نہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ماتحت رہیں تو ان کی اطاعت کی جائے۔ ⑧ آپ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ مسلمانوں کی قومی زندگی تیغ و سناں سے ہے جب تک ان میں عمل جہاد رہے یہ ایک معزز قوم بن کر رہیں گے اور جب یہ بدکاری کی زندگی اختیار کرلیں۔ طاؤس ورباب کے عیش میں اپنے اصولوں کو کھو دیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر ہر طرف سے مصائب کے دروازے کھول دے گا۔ علامہ اقبال نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات ان الفاظ میں نقل کی ہے:

؎ آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ امم کیا ہے
ہے تیغ و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

⑨ آپ نے یہ جو فرمایا کہ اگر میں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر لازم نہیں۔ یہ اس لیے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز روا نہیں ہے اس سے واضح ہوا کہ اسلامی سربراہ گو عوام کے انتخاب سے منتخب ہوتا ہے مگر اسے حقوقِ حکومت خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ملتے ہیں عوام کی طرف سے نہیں۔ بابُ الحقوق اور عمل حکومت میں وہ عوام کے تابع نہ ہوگا۔ جب تک وہ اسلام پر کاربند رہے عوام اسے حکومت سے اُتار نہ سکیں گے نہ وہ اس کے لیے طاقت کا سرچشمہ ہوں گے کہ جب چاہا کسی کو لے آئے اور جب چاہا کسی کو اُتار دیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلام کے اسی حق حکومت پر اپنی جان قربان کی اور مغربی فکر کی جمہوریت کو جو عوام کو طاقت کا سرچشمہ قرار دیتی ہے نظامِ خلافت میں گھسنے نہ دیا۔ جان جانِ آفرین پر قربان کی پر اسلامی اصول حکومت کو مغربی جمہوریت پر قربان نہ کیا ...... اِس اسلامی حق حکومت کی نشاندہی پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی کی تھی۔ (جاری ہے)

نوٹ: اداریہ ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کا مضمون کتاب خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے معمولی ترمیم اور اضافے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

فیوضاتِ مظہرؒ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی و ایمانی صفات

قائد اہل سنت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ ☆

خطاب: مدنی مسجد چکوال ۱۵، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ | ضبط و ترتیب: ماسٹر منظور حسین

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم○ بسم اللہ الرحمن الرحیم○

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا○ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا○

"اور کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور پھر آپ ﷺ کو بھی ان پر گواہ بنا کر لائیں گے، اس دن خواہش کریں گے وہ لوگ جو کافر تھے، اور جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تھی، کاش کہ برابر ہو جاویں زمین کے، اور نہیں چھپا سکیں گے اللہ سے وہ کوئی بات۔" (پانچواں پارہ، سورۂ نساء آیت: ۴۲، چھٹا رکوع)

برادران اہل سنت والجماعت! یہ سورۂ نساء، عورتوں کے مسائل اور احکام کے ذکر میں ہے، یہ اسلام کی خصوصیت اور اسلامی مساوات ہے کہ عورتوں کو بھی شریعت نے پورے حق دیے ہیں، کیونکہ اگر کسی انسان کا، چھوٹا ہو یا بڑا، شریعت حق نہ دیتی تو یہ عدل کے خلاف ہوتا، جب اسلام اللہ کا دین ہے تو اللہ نے اپنے بندوں کو پورا پورا حق دینا ہے اسی کو اللہ کا قانون، اور نبی کریم رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور سنت کہتے ہیں، تو عورتوں کے جو اصلی حقوق تھے وہ بھی مذکور ہیں ان کو دیے گئے ہیں۔

○......لیکن بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ مساوات کا مطلب برابری، کہ ہر پہلو سے مرد اور عورت برابر ہوں؟ تو یہ غلط ہے۔ مساوات کا معنی یہ ہے کہ عورت کو، اس کا پورا حق دیا گیا ہے کسی عورت میں فرق نہیں کیا گیا، ہر مرد کو بحیثیت مرد کے، حق دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ یہ بڑا ہے، یہ امیر ہے، یہ غریب ہے۔ مردوں کو ان کی جو فطرت کا تقاضا ہے اس کے مطابق حق دیا گیا ہے اور عورتوں کو ان کی فطرت

☆ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو ہر لحاظ سے مساوی نہیں بنایا۔ مرد و عورت میں ہر لحاظ سے مساوات ہوتی، تو عورت بچے جنتی ہے، مرد بھی جنتا؟ یہاں کوئی نہیں کہتا کہ مساوات ہے، یہ خود دلیل ہے ناں؟ عورتوں کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے تحت پورے حقوق ہیں، مرد کو جس مقصد کے لیے۔ اس لیے دونوں کی پیدائش میں فرق ہے، دونوں کی قوت میں، استعداد میں، قد و قامت میں بھی فرق ہے۔ تو عموماً اس سورت میں عورتوں کے مسائل ہیں، لیکن ہر مسئلے کا اصل تعلق جو ہے، وہ اللہ سے ہے۔ کہ اللہ کے بندے، اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزاریں۔ اگر بندوں کا حق بھی وہ ادا کریں، تو وہ اللہ کے لیے ہی ہو، کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔ کسی حالت میں ہم اپنے رب کو بھلا نہیں سکتے۔ اسی کا یہ حکم ہے۔ درمیان میں پھر بعض دوسری نصیحتیں بھی قرآن مجید میں آجاتی ہیں، جن کا تعلق ان مسائل سے ہوتا ہے۔ لیکن اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ بندے کہیں انسانوں کے معاملات میں مبتلاء ہو کر اللہ کو نہ بھول جائیں۔

○...... یہ جو مجموعی حیثیت سے حقوق ہیں ان کا انتظام کیا گیا ہے۔ یہ خود اسلام کا مقصود ہے۔ ایک تو ہے ناں، بھئی! علیحدہ علیحدہ ہم نے گھر میں زندگی گزارنی ہے، ایک یہ ہے کہ ساری قوم یا سارے اہل ملک کس طرح زندگی گزاریں، تو اس میں کوئی حکومت، کوئی بڑا ہو۔ اگر کسی کو بڑا یا سربراہ نہ بنایا جائے تو انتظام ہی نہیں رہتا۔ کبھی دو سربراہ کسی ملک کے نہیں ہو سکتے۔ تو ملکی سربراہ اور اس کے تحت جو قوم ہے، ان سب کے انتظام کا نام جو ہے یہ سیاست ہے۔ اسلامی سیاست وہ ہوگی جو اللہ، اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ہوگی۔

○...... جب کسی انسان کے دل میں یہ ہو ناں کہ مجھے عزت ملے، مجھے دولت ملے، میرا وقار ہو تو وہ انسان اسلامی سیاست کا رکن نہیں ہو سکتا، وہ تو اپنے لیے کر رہا ہے۔ اور آج یہی بگاڑ ہے۔ ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ میرا مفاد پورا ہو، چاہے دوسروں کے سارے ضائع ہو جائیں، اس لیے یہ نظامِ سیاست پاکستان میں کامیاب نہیں کہ جو لیڈر ہیں جن کو سیاستدان کہتے ہیں، سمجھتے وہ بھی نہیں کہ اسلامی سیاست ہے کیا چیز؟ اگر یہ لوگ اسلام چاہتے تو اتنے سالوں میں اسلام کا نظام کیوں نہ آتا؟ قابلیت بھی ہے معلومات بھی ہیں لیکن اپنے وقار اور اپنی عزت کو نظر انداز کر کے صرف اللہ کا بندہ بن جانا، ایسا کوئی ہزاروں میں سے شاید ایک بھی آج کل نہ ملے۔

○ ...... تو قرآنِ مجید کا مقصد ہے بندوں کا اپنے رب سے صحیح تعلق قائم کرنا، تو اس لیے جا بجا پھر آخرت کا تصور یاد دلایا گیا۔ مسئلہ نکاح کا ہوتا ہے یا طلاق کا ہوتا ہے جو بظاہر دنیاوی معاملات ہیں لیکن درمیان میں ایسی آیتیں آجاتی ہیں، تا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ یہ دنیا برائے دنیا ہے، نہیں یہ برائے دین ہے۔ اس لیے یہ آیتیں ہیں، کہ وہ وقت بھی سامنے رکھنا چاہیے، کہ اس وقت ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب، ہر امت اللہ کے دربار میں، قیامت کو پیش ہوگی۔ اور پھر ہر امت کا پیغمبر، وہ بھی ان کے ساتھ پیش ہوگا۔ دیکھو! کیسا نظام ہے؟ جن انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ نے بندوں کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا، انھوں نے تبلیغ کی، محنت کی، تکلیفیں برداشت کیں، یہ ان کا فرض تھا، تو قوم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ ان کی اطاعت قبول کی یا انکار کیا، تو یہ قیامت کے دن سامنے آجائے گا۔

○ ...... پیغمبر ہوں گے، ان کی امتیں ہوں گی۔ امتوں سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ میں نے ان کو پیغمبر بنا کے بھیجا تھا، تم نے اطاعت کی؟ پہلے تو ہر امت کی گواہی ان کے اپنے اپنے پیغمبر دیں گے پھر تمام امتوں اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی، اور اپنی اس آخری امت کی شہادت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دیں گے، اور یہ امت بھی پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تائید میں شہادت دے گی۔ جب پہلی امتیں انکار کریں گی کہ ہمارے پاس اللہ کا کوئی حکم نہیں آیا، جھوٹ بولیں گی، تو یہ امت گواہی دے گی، وہ کہیں گے تم تو اس زمانے میں تھے نہیں بعد میں آئے؟ تو یہ امت کہے گی کہ ہمیں قرآن سے معلوم ہوا، نبی کریم ﷺ سے معلوم ہوا کہ پہلے انبیاء گزرے ہیں جنھوں نے اتمامِ حجت کی۔

○ ...... تو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر دیکھے بھی شہادت ہوتی ہے، گواہ کے لیے ضروری نہیں ہے کہ دیکھے۔ عینی شہادت لازم نہیں۔ ورنہ ہم نے پہلی امتوں کو دیکھا ہے؟ ہم تو پیدا ہی بعد میں ہوئے، تو ہم اس لیے گواہی دیں گے کہ ہمیں حضور ﷺ کی زبان مبارک سے یہ علم ہوا۔ اور قرآن کی بناء پر یقین ہوا کہ پہلے انبیاء آئے ہیں، انھوں نے اللہ کے احکام پورے پورے، ٹھیک ٹھیک سنا دیئے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ شریعت میں گواہی کے لیے عینی شہادت ضروری نہیں۔ غائبانہ بھی یقین ہو، لیکن اس کے لیے دلیل قطعی ہو۔ یہ تو وحی کا ثبوت ہے ناں؟ اب دیکھیں! ہم گواہی دیتے ہیں اذان میں کلمہ شہادت میں " اشهد ان لا اله الا الله ، واشهد ان محمد رسول الله " سارے کہتے ہیں کلمہ شہادت، کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر اور رسول ہیں۔ اب بتاؤ! ہم نے اس

زمانے میں حضور ﷺ کو دیکھا ہے یا اللہ کو دیکھا ہے؟ گواہی ہمارے ایمان کی ہے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے ناں؟ قرآن سے یقین ہے۔ تو یہ اس لیے سمجھا رہا ہوں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پیغمبر ہر ہر بات جانے، ہر ہر چیز جانے تو وہ پیغمبر ہے؟ یہ صحیح نہیں۔

○..... حضور ﷺ کے متعلق ہمارا اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک تو وہ حالات ہیں جو حضور ﷺ کے سامنے تھے، سب سے پہلے تو ان کی گواہی ہوگی، پھر قیامت تک کے امت کے حالات جو ہیں وہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر اعمال امت کے پیش ہوتے ہیں، جو ہم یہاں کر رہے ہیں، یہ فرشتوں کے ذریعے نبی کریم ﷺ تک چیز پہنچ جاتی ہے، اور وہ بھی اجمالی طور پر، مجموعی حیثیت سے، تو اس لیے حضور ﷺ شہادت دیں گے۔ ہر امتی شہادت دے گا تو اللہ کے سامنے جب ہر ایک کی گواہی، صاف صاف کھل جائے گی، کوئی انکار کرے گا، کوئی اقرار کرے گا، تو پھر اللہ تعالیٰ یا کسی کو سزا دیں گے، یا کسی کو انعام دیں گے۔ جنت کی نعمتیں عطا فرمائیں گے۔

○..... تو اس لیے فرماتے ہیں: "یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول" اس دن وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے، وہ لوگ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تھی، دیکھو ناں! حضور ﷺ کی نافرمانی پر بھی گناہ ہوگا، "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کر لی، خوشی سے تابعداری کر لی، اس نے گویا اللہ کی اطاعت کر لی، جس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، گویا حضور ﷺ کی ذات جو ہے یہ ایک واسطہ ہے، ذریعہ ہے اللہ کو راضی کرنے کا۔

○..... حضور ﷺ کو مان لو، اور حضور کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں جو اعلیٰ شان دی ہے، رسول اللہ ﷺ سارے فرشتوں سے اعلیٰ، پیغمبروں سے اعلیٰ، اس پر ایمان رکھو، یہ ہو گیا عقیدہ ٹھیک، اور پھر آپ نے جو کچھ حکم دیا، یا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا ہے، جس کو سنت کہتے ہیں، اس کی تابعداری کرلو، تو اب یہ اس بات کی دلیل اور نشانی ہے کہ اس نے اللہ کی تابعداری کر لی، اور اگر نعوذ باللہ، خدانخواستہ حضور ﷺ کی نافرمانی ہوگئی، حضور ﷺ کے نمونہ کی مخالفت ہوگئی تو خواہ ہزار بار وہ کہتا رہے کہ میں تو اللہ کو راضی کر رہا ہوں، تو پھر وہ گویا اللہ کا بھی نافرمان ہوگا۔ حضور ﷺ کا تابعدار، اللہ کا بھی تابعدار۔ اور حضور ﷺ کا نافرمان، اللہ کا بھی نافرمان۔

○..... ہم اہل سنت ہیں، اہل سنت کا معنیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور طریقے کو

ماننے والا یہ نشانی ہے ناں؟ کیونکہ حضور ﷺ کے طریقے کو مان لیا، تو عقیدہ ٹھیک ہوگیا، پیروی کرلی عملی، تو عمل ٹھیک ہوگیا، عمل صالح کی توفیق مل گئی۔ سب کچھ حضور کی تابعداری میں ہے، بشرطیکہ بندہ خلوصِ نیت سے شریعت کی حد میں تابعداری کرے۔ تو اب قیامت کے دن جو لوگ منکر اور کافر ہوگئے اور وہ لوگ کہ جنھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی ہوگی، تو اب تو سامنے عذاب نظر آرہا ہے ناں! ذلت اور رسوائی ہے۔ تو اس دن ایسے لوگ آرزو کریں گے کہ یا اللہ! ہم زمین میں دھنس جاتے، زمین ہم پر برابر ہو جاتی۔ گویا ہمارا وجود ہی نہ ہوتا۔ اور اس جہان میں بھی اپنے کردار کی وجہ سے بعض دفعہ آدمی کے سامنے جب ایسا وقت آتا ہے، کوئی سزا، مصیبت کا، تو آدمی کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ میں نہ ہوتا "وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا" اور اللہ سے وہ کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے، وہاں ہوشیاری چالاکی کام نہیں آئے گی، جیسے آدمی جھوٹی شہادت دے دیتا ہے، کسی چیز کا انکار کر دیتا ہے، وہاں تو کوئی بات، اللہ سے پوشیدہ ہے نہیں، تو یہ اس لیے درمیان میں فرمادیا کہ خواہ عورتوں کے حقوق ہوں، خواہ مردوں کے حقوق ہوں، تو قیامت کے دن ان حقوق کے متعلق بھی پوچھ ہوگی، پوچھا جائے گا کہ یہ کیوں کیا؟

○..... اس لیے فرمایا: "كلكم راعٍ وكلكم مسئولٌ" حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ "تم میں سے ہر ایک راعی ہے، راعی کہتے ہیں چرواہے کو، اور ہر ایک سے، اپنی رعیت، جو اس کی ماتحت ہے، جس کا وہ نگہبان ہے، پوچھا جائے گا کہ تو نے اس کی نگہبانی کی ہے یا نہیں؟ اس میں ساری چیزیں آجاتی ہیں، گھر کا نظام، باہر کا، چونکہ ہمیں اس طرف توجہ دھیان نہیں ہوتا کہ قیامت کے دن ان معاملات کے متعلق پوچھا جائے گا، اس لیے کئی لوگ اس کو نہیں سمجھتے کہ یہ بھی ایک عبادت ہے۔ لوگ نمازی بھی ہوتے ہیں، روزے دار، حاجی بھی ہوتے ہیں لیکن وہ جھوٹ بول کے تجارت کریں گے، بددیانتی کا ارتکاب کریں گے اس لیے کہ اس طرف توجہ نہیں کہ یہ بھی اللہ کا حکم ہے اور یا یہ ہے کہ لالچ اور طمع اتنا غالب آچکا ہے، حکم تو سارے جانتے ہیں۔ لیکن رہ نہیں سکتے حرام خوری اور دھوکے بازی سے، تو اب ملک کی اصلاح کیسے ہو؟ ہر آدمی کہتا ہے کہ دوسرا بُرا ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے آپ کے سامنے ہے۔ اس لیے ہر آدمی اپنی فکر میں لگ جائے بس۔

○..... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "حب الدنیا راس کل خطیئة" دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ سبحان اللہ، معجزانہ ارشاد ہے۔ عزت بنانا جو ہے دنیا کی محبت سے، پیسے جوڑنا دنیا کی محبت سے،

بہر حال مقصد یہ ہے کہ بندہ ان معاملات میں جن کا تعلق لوگوں سے ہے بہت زیادہ احتیاط کرے۔ کیونکہ اس کا مؤاخذہ بہت سخت ہے۔ کسی کا حق کوئی ضائع کرے تو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں کرتے۔ کیونکہ انصاف کے خلاف ہے۔ اگر صاحب معاملہ معاف کرے تو پھر اللہ معاف تو کردیں گے ورنہ قیامت کے دن وہ کہے کہ میرا حق اس سے مل جائے تو اس کی نیکیاں دے کر اس کو راضی کیا جائے گا۔ اس لیے زیادہ خطرناک معاملہ حقوق العباد کا ہے۔

○ ...... عبادت وہ ہے جو اللہ کے حکم کے تحت اور اللہ کی رضاء کے تحت ہو، اس میں اپنی مرضی تو ختم ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ! ہمیشہ سمجھاتا ہوں، اور اہل سنت کی یہ بنیاد ہے کہ سب سے زیادہ اللہ کے عبادت گزار اور رسول پاک ﷺ کے تابعدار، حضور ﷺ کے صحابہ کرام تھے رضی اللہ عنہم نہ اطاعت کا وہ نمونہ بعد میں ہوسکتا ہے۔ نہ تقویٰ کا ہوسکتا ہے۔ اور حضور ﷺ کی شان کے مطابق یہی ہونا چاہیے ناں؟ یہ سمجھ لو! صحابہ کے بارے میں تین قسم کے عقیدے ہیں، ایک شیعہ ہیں، دوسرے سنی ہیں، تیسرے خارجی ہیں، چوتھے مودودی ہیں، مودودی تو ہر طرف لٹک رہے ہیں، یہ مستقل مذہب ہے ناں؟ جو نہ پورے سنی ہیں، نہ پورے شیعہ بنتے ہیں، نہ پورے خارجی بنتے ہیں، کوئی نہ کوئی چیز سب سے لے لی۔

○ ...... اہل سنت والجماعت یا سنی کون ہے؟ اہل سنت والجماعت وہ ہیں کہ جس طرح رسول پاک سرور کائنات ﷺ کو ساری مخلوق سے اعلیٰ مانتے ہیں، آپ فرشتوں کے بھی سردار، پیغمبروں کے بھی سردار، اللہ تعالیٰ کے بعد صرف حضور ﷺ کا درجہ۔ اتنی شان اللہ نے کسی کی نہیں بنائی، نہ بنائے گا۔ تو حضور ﷺ کو ساری کائنات سے اعلیٰ، افضل ماننے کے بعد، پھر یہ مانے کہ حضور ﷺ کا دیدار کر کے جن لوگوں نے فیض پایا ہے، حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کے بیعت ہوئے ہیں، وطن چھوڑے ہیں، برادریاں چھوڑی ہیں، حضور ﷺ کے دشمنوں سے لڑے ہیں۔ امتوں میں ان کے برابر کوئی کامل الایمان نہیں، کوئی نیک اور متقی نہیں۔ حضور ﷺ کی شان کے مطابق، حضور ﷺ کا فیض جن کو حاصل ہوا، انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد، سب سے اعلیٰ درجہ اور سب سے بڑا مقام اُن کا ہے، کہ جن کو اصحاب رسول ﷺ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کی سنگت اور صحبت میں بیٹھنے اور فیض پانے والے۔ اب اندازہ فرمائیں کہ ان سے زیادہ کسی کو حضور ﷺ کا فیض پہنچا ہے؟ اپنی عقل سے سمجھیں، اور پھر اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جو شان بیان کی ہے۔ اور وہی بیان کرسکتا ہے جو دلوں کا

حال جانتا ہے۔ ''رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ'' وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ اب بتاؤ بھائی! کوئی چیز باقی رہ گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ سے راضی ہو گئے، پھر اللہ ان سے راضی ہو گیا، یعنی اوپر کوئی بات باقی ہے ہی نہیں ناں؟ اللہ نے کوئی چھوڑی ہی نہیں۔ اب بندوں کا معاملہ نہیں ہے، اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا معاملہ ہے کہ انھوں نے اللہ کو راضی کرلیا، اللہ اُن سے راضی ہوگیا۔ اب صرف یہ سوچنا ہے کہ اللہ کو انھوں نے کس طرح راضی کیا؟ بھئی! وہ نماز نہیں پڑھتے تھے معاذ اللہ؟ روزہ نہیں رکھتے تھے؟ زکوۃ نہیں دیتے تھے؟ یا نعوذ باللہ حرام کھاتے تھے؟ لیعنی یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کرتے تو گناہ و نافرمانیاں اور ظلم تھے، لیکن اللہ راضی ہو گیا؟

○......بھئی! اللہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہو گئے تو اس میں یہی سمجھایا کہ انھوں نے اللہ کی رضاء کے لیے اتنی تابعداری کی کہ پھر اللہ اُن سے راضی ہو گیا، ساری باتیں آجاتی ہیں ناں؟ فرائض تو فرائض، بس وہ حکم کے بندے ہیں، کہ جن کو نہ غریبی کی پرواہ، نہ بھوک کی پرواہ، نہ بے کسی کی پرواہ کہ ہمارے ساتھ کوئی نہیں۔ اہل سنت والجماعت پھر سمجھ لیں۔ بس صرف یہی ایک آیت یاد رکھو ''رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ'' کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اس کے بعد کوئی مقام رہ گیا؟ تابعداری کی اس لیے اللہ راضی ہو گیا، یہ سنی کا مذہب و عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپس میں ان کے درجے ہیں، ایک دوسرے سے بڑے ہیں لیکن وہ سارے اتنے اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے تھے، تابعدار تھے، کہ اللہ نے فرمایا کہ میں تم سے راضی ہو گیا، کیونکہ تم مجھ سے راضی ہو گئے۔ ہم تو اپنی مرضی کرتے ہیں ناں؟ وہ اللہ کی مرضی کرتے تھے، یہ سنی عقیدہ ہے۔

○......شیعہ عقیدہ کیا ہے؟ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گنتی کے چار پانچ تھے، جو دل سے اللہ، رسول کو مانتے تھے، نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سارے نافرمان، ظالم۔ اب یہ عقیدہ اگر کوئی کہے کہ ٹھیک ہے؟ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس کو ایمان ملا؟ کس کو جنت ملی؟ ایک گھر والے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں دو دو بچے ہیں، ایک بیٹی ہے، چار پانچ اور ہیں۔ اسی لیے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ عجیب ہے۔ یہ قرآن اسی لیے آیا ہے پانچ آدمی جنتی بنے؟ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس سال جو محنت کی تھی تو صرف یہ اس لیے تھی کہ پانچ آدمی صرف جنتی بنے؟ روایتیں ڈھونڈتے ہیں، بھئی انھوں نے یہ کیا وہ کیا، اگر انھوں نے وہ کیا ہے، تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فائدہ پہنچایا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وطن چھوڑے، لڑائیاں بھی کیں، قیصر و کسریٰ کو بھی شکست دی، سب کچھ ہونے کے بعد بھی وہ جنتی نہیں، یہ

علی رضی اللہ عنہ کا ہی خون تھا'' بعض کہتے ہیں جی خارجی ختم ہو گئے، اور کیا یہ خارجیت نہیں؟ صدیوں بعد کے واقعات، صحیح غلط کو نہیں دیکھنا، نتیجہ کیا نکالتا ہے؟ کہ'' ان کے اندر علی رضی اللہ عنہ کا جو خون تھا۔ وہ سارے بدکاریاں کر رہے تھے۔'' اب مولانا اسحاق صاحب سندیلوی نے ''اظہار حقیقت'' میں لکھا ہے کہ'' پاکستان ہندوستان میں ناصبیت اور خارجیت کا وجود ہی نہیں۔'' اور یہ کتابیں وہیں کراچی کی چھپی ہوئی ہیں۔ جہاں یہ رہتے ہیں۔ اسی طرح وہ دلیلیں دیتے ہیں جس طرح رافضی دیتے ہیں وہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر جرح کرتے ہیں اسی طرح یہ خارجی اب کر رہے ہیں، ہیں دونوں ایک ہی تحریک کے نمائندے، یہ یاد رکھو! بالکل دونوں کا مقصد ایک ہی ہے، منزل ایک ہی ہے، طریقے جدا ہیں، وہ اُدھر برس رہے ہیں، یہ ادھر برس رہے ہیں۔ اللہ محفوظ رکھے، سنی غافل ہیں۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا، کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی شانِ رحمۃ للعالمینی کا، سب سے اول تقاضا یہ ہے کہ حضور ﷺ سے براہِ راست فیض پانے والے، قطعی جنتی بنے، مہاجرین ہوں، انصار ہوں، ان کے بعد کے ہوں، یعنی یقین آجاتا ہے کہ واقعی حضور ﷺ کی شان، رحمۃ للعالمین ﷺ ہونے کی تھی، ورنہ یہ نہ ہو تو پھر کچھ بھی نہیں، یہ قرآن میں جو بھی ہے، یہ ساری چیزیں ویسے ہی جاتی رہیں گی؟

حدیث نبوی ﷺ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

① تمہارا اپنے بھائی سے ملتے وقت مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ ② اچھی بات کہنا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ ③ بھٹکے ہوئے کو راہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔

وفیات

① حضرت مولانا حافظ عبدالرشید صاحب (کوٹلی، آزاد کشمیر) کی نواسی

② جامعہ مظہریہ حسینہ جہان سومرو (سندھ) کے طالبعلم گلزار لاشاری کی دادی صاحبہ

③ حاجی میر سومرو کا بیٹا (ٹنڈو حافظ شاہ، سندھ) میں

④ عبدالعزیز سومرو (تاواہ، سندھ) میں

قارئین سے جملہ مرحومین کی کامل مغفرت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کی دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

چراغِ ہدایت

ارشادات و کمالات

ماخوذ از مکتوبات	عنوان و ترتیب
شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ	حضرت مولانا رشید الدین حمیدی صاحب مدظلہ

حضرت مدنی کو پدم وبھوشن کا خطاب

حاشیہ مکتوب نمبر ۸۴، جس جنگ آزادئ ہند کا آغاز اور باقاعدہ کام ۱۸۰۳ء سے شروع ہوا، اس کا اختتام ۱۹۴۷ء میں ہوا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ اس کی اہم اور آخری کڑی تھے۔ اس زعیم ملک وملت اور چشتی درویش نے جس وقت سے جنگ آزادی میں شرکت فرمائی۔ اس وقت سے ۱۹۵۷ء تک ملک وملت کی خدمت اور تعمیر میں ایک گھنٹہ بھی ضائع نہ ہونے دیا جب آزادی حاصل ہوگئی تو اپنی جدوجہد اور سعی و کوشش اور قربانیوں کی کوئی سیاسی یا سماجی قیمت وصول کرنا جائز نہیں سمجھا۔ بلکہ دیوبند کی مسند درس و تدریس اور مخلوق الٰہی کی بے لوث خدمت ہی کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا۔

چنانچہ جب ۱۹۵۴ء میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کو صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے پدم وبھوشن کا تمغہ عطا فرمائے جانے کا اعلان اخبارات میں شائع ہوا تو حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کا یہ تاریخی والا نامہ اخبارات کی زینت بنا۔ اس والا نامہ کے نقوش تاریخ حریت میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

مکتوب گرامی بنام ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہند

بحضور جناب فیض مآب صدر جمہوریہ ہند۔ دام اقبالکم

بعد از آداب عرض ہے کہ اگر چہ اب تک مجھ کو باقاعدہ کوئی اطلاع نہ دی گئی۔ مگر اخباروں میں شائع شدہ اطلاعات سے معلوم ہوا کہ جناب نے پدم بھوشن نمبر ۲ کے تمغہ سے بنا بر صدارت جمعیۃ علماء ہند اور خدمات علمیہ دار العلوم دیوبند اور جدوجہد آزادی وطن میری عزت افزائی فرمائی ہے (اگر

واقعہ صحیح ہے تو) میں آپ کی اس قدر دانی اور عزت افزائی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوا عرض رساں ہوں کہ چونکہ ایسا تمغہ میرے نزدیک پبلک کی نگاہوں میں بے لوث آزاد خادمان ملک وملت کی آزادیٔ رائے اور اظہار حق کو مجروح کرتا اور قومی حکومت کی صحیح اور سچی رہنمائی کے لیے ایک قسم کی رکاوٹ ہے۔ اور چونکہ یہ امر میرے اسلاف کرام مرحومین کے طریقے اور وضع کے خلاف بھی ہے۔ اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بصد شکریہ اس تمغہ کو واپس کر دوں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام۔ ج ۲۔ ص ۲۳۸، ۲؍ستمبر ۱۹۵۴ء)

یو۔ پی میں زمیندارہ کے خاتمہ کی ابتداء ۱۹۱۲ء سے

عرصہ دراز کے بعد والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ دل شکن مضمون نے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ مگر اس میں آپ بھی بے قصور نہیں ہیں۔ یوپی میں اس کی ابتداء انگریزی زمانہ ۱۹۱۲ء یا اس سے پہلے سے ہوئی ہے، جب سے کہ موروثیت کے قانون کی بنیاد ڈالی گئی۔ پہلے دس برس کاشتکار کو حق موروثیت دیا گیا اور عرصہ تک چلتا رہا۔ دوربین زمیندار اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ زمیندار کی خیر نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ زمینوں کی خود کاشت ہو، مگر غافل خواب خرگوش میں مبتلا رہے۔ غالباً ۱۹۲۶ء میں قانون کو آگے بڑھایا گیا۔ اور ایک برس تک کے کاشتکار کو حق موروثیت دیا گیا۔ اس قانون نے زمینداروں کو مفلوج بنا دیا تھا۔ اس وقت بہت سے زمینداروں کو تنبہ ہوا۔ فارم بنانے، سیر قائم کرنے، پرانے کاشتکاروں کو بے دخل کرنے کا عمل زیادہ تر جاری کیا گیا۔ مگر عام زمیندار اس وقت بھی حسب عادت غافل ہی رہا۔ زمانہ نے آگے قدم بڑھایا اور زمیندارہ کے بالکل مٹانے کی تحریک شروع ہوگئی۔ اس وقت ضروری تھا کہ لوگ چونکیں اور اس مہلت سے نفع اٹھائیں۔ اس وقت تمام زمین کو خود کاشت یا سیر کر لینے کا موقع ملا تھا مگر افسوس آپ نے کچھ نہ کیا اور مخمور غفلات ہی رہے۔ اب جب کہ قانون پاس ہو کر معمول بہ اور نافذ بھی ہو گیا، تب آپ کی آنکھ کھلی۔ ایسے غافل اور مخمور کی حالت پر جس قدر بھی آنسو بہایا جائے کم ہے۔ آسام، بنگال، بہار، مدراس وغیرہ میں انگریز پہلے سے یہی کر چکا تھا۔ لارڈ ڈلہوزی اور بہت سے انگریزوں کی یہی پالیسی تھی۔ خوش قسمتی سے یوپی اور پنجاب وغیرہ بچ گئے تھے۔ موجودہ حکومت نے اس کی تکمیل کی۔

بہر حال اگر آپ غفلت نہ کرتے تو یہ دلخراش صورت پیش نہ آتی۔ میں اس معاملہ میں کر ہی کیا

سکتا ہوں۔ میرا تعلق ارباب حکومت سے تقریباً بالکل ہی منقطع ہے۔ نہ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔ اور نہ وہ مجھ کو پوچھتے ہیں:

میری ان کی رسم الفت مٹ گئی
مدتیں گزریں زمانہ ہوگیا

میں آپ کے والا نامہ کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے پاس بھیج رہا ہوں اگر ان سے کچھ ہو سکے گا تو کریں گے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۲، ص ۲۵۴)

مہمان خانہ میں جماعت سے نماز پڑھنا

مرض میں اگرچہ تخفیف ہے مگر روزانہ تکلیف ہوتی رہتی ہے۔ تھوڑے سے چلنے اور حرکت کرنے پر سانس اُکھڑ جاتا ہے۔ مسجد میں بغیر سہارے کے نہیں جاسکتا۔ حکیم نے مسجد میں جانے سے روک دیا ہے۔ مہمان خانہ ہی میں جماعت سے نماز پڑھتا ہوں۔ تدریس کی اجازت نہیں ہے۔ دعاء کا محتاج ہوں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام۔ ج ۲۔ ص ۲۵۷)

قاری عبداللہ صاحب مدرس تجوید مدرسہ شاہی کی تعزیت

حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۱: حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب مدرس تجوید جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد، حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی رحمہ اللہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ فن قرأت کے بہترین ماہر استاذ مرحوم آپ کو فخر القراء کہا کرتے تھے۔ درس و تدریس کے ساتھ دلچسپی بھی بہت رکھتے تھے۔ بہت بڑے مدبر، صاحب علم و بصیرت تھے۔ تحریک آزادی میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ اگست ۱۹۴۲ء میں مراد آباد جیل میں تقریباً ۸ مہینہ رہے، رہا ہو کر پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ جولائی ۱۹۴۴ء میں مراد آباد میں کالرا کی وباء پھیلی۔ قاری صاحب مرحوم کے اکلوتے جوان فرزند قاری محمد طیب صاحب، دو لڑکیاں اور خود قاری صاحب مرحوم اس میں مبتلا ہو کر دو دن میں وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اب ملاحظہ فرمائیں مکتوب نمبر ۱۰۱۔

قاری عبداللہ صاحب مرحوم اور ان کے صاحبزادیوں کی وفات کے سانحہ عظیمہ سے بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں خصوصی مقام عطا فرمائے اور پسماندوں کو صبر جمیل

اور اجر جزیل سے نوازے تقادیر الٰہیہ میں کیا چارہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی صاحبزادیوں کو صبر جمیل تاکید کر دیجئے۔ اور سلام کہہ دیجئے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام۔ ج ۴۔ ص ۲۷۶)

والدین کا سایہ ظل رحمانی ہوتا ہے

والدہ محترمہ کی وفات کی خبر سے صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ اگر چہ مرحومہ نہایت ضعیف العمر اور ناتواں ہوگئی تھیں اور عمر طبعی سے تجاوز کر گئی تھیں، مگر والدین کا سایہ ظل رحمانی ہوتا ہے ان کے وجود سے اولاد کو نہایت اطمینان اور سکون رہتا ہے۔ خصوصاً سعید اور سمجھدار اولاد کے لیے تو ان کا وجودِ نعم عظمیٰ میں سے ہوتا ہے۔ مگر ہم کو صبر جمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں، اسی کام کے لیے تو ان کا وجود نعم عظمیٰ میں سے ہوتا ہے۔ مگر ہم کو صبر جمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں، اسی کا ہم کو حکم ہے اور اسی پر رضوان خداوندی کا وعدہ ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام۔ ج ۴۔ ص ۲۷۷)

تری شان جل جلالہ

حکیم عبدالسلام مضطر ہنسوری

تری حمد اور احقر بشر، تری شان جل جلالہ ☆ مگر اک عبادت معتبر تری شان جل جلالہ

ترا جلوہ سب پہ عیاں عیاں، تری ذات سب سے نہاں نہاں ☆ ظن و وہم سے بھی ہے فوق تر، تری شان جل جلالہ

مری دوریوں کا یہ فاصلہ، ترے قرب کا یہ معاملہ ☆ رگ جاں سے بھی ہے قریب تر، تری شان جل جلالہ

ہے کلام پاک ترا رواں، تھی کہاں یہ ایسی مری زباں ☆ مری گندگی پہ نہ کی نظر، تری شان جل جلالہ

تو چھپے کھلے کا علیم ہے، تو رحیم ہے تو کریم ہے ☆ کبھی عفو ہو کبھی در گذر، تری شان جل جلالہ

ہے یہ عرض تیری جناب میں، کہ پڑھا ہے تیری کتاب میں ☆ ترا رحم بھاری ہے قہر پر، تری شان جل جلالہ

وہ ترا عدو وہ مرا عدو، نہ کر اس لعین کو سرخرو ☆ مجھے اپنی آگ میں ڈال کر، تری شان جل جلالہ

مری حاجتیں تو ہزار ہیں، ملیں مجھ کو یا نہ کوئی ملیں ☆ ملے مجھ کو تیری رضا مگر، تری شان جل جلالہ

ترا کلمہ میری زبان پر، ترا فضل ہو مری جان پر ☆ مرا اس جہاں سے ہو جب سفر، تری شان جل جلالہ

ہے دعائے مضطر ناسزا کہ نہ روٹھے پھر تو وہ دے رضا

یہی ایک عرض ہے مختصر، تری شان جل جلالہ

تعصبات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

جات موجود ہیں جس کا کوئی صاحب عقل انکار نہیں کرسکتا، اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ میں جناب جوادی صاحب نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں کی توہین کی ہے، اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک امامی (جوادی صاحب) دوسرے امامی (علامہ ناصر عباس) کے خلاف گفتگو کرتے ہوئے بھی تبرا بازی سے باز نہ آسکا، اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ اس طبقہ کے خون، ضمیر اور خمیر میں ہی جماعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور بغض بھرا ہوا ہے۔ یہاں حضرت خواجہ نظام الدین بلخی تھانیسری رحمہ اللہ (۱۰۳۶ء) کا وہ واقعہ تازگیٔ ایمان کے ساتھ ساتھ عبرت کا مرقع بھی ہے آپ مذہب اہل سنت والجماعت کے سرخیل، علوم لدنیہ سے مالا مال، شیخ طریقت اور فاروقی النسل حنفی بزرگ تھے، آپ شہر کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنی خانقاہ میں ہی اہتمام کرتے تھے، کچھ شرپسند اور حاسدین نے بلخ کے حکمران قلی خان ازبک کو شکایت کی کہ یہ تفریق بین المسلمین کا ارتکاب کر رہے ہیں، لہٰذا انہیں شہر کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کا پابند کیا جائے، جب بادشاہ نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ہاں "جامع مسجد کا امام رافضی ہے، اس لیے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی" ...... یہ سن کر پورے شہر میں کھلبلی مچ گئی، پورا شہر امڈ کر ایک جگہ اکٹھا ہوگیا، اور امام سے سوال کیا کہ آپ واقعی رافضی ہیں؟ امام نے نہ صرف انکار کیا بلکہ لوگوں کا جلوس لے کر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی خانقاہ کا محاصرہ کرنے آگیا، اس دوران بادشاہ بھی مع وزراء وہاں پہنچ گیا، امام نے نیام سے تلوار نکالی اور سونت کر کہنے لگا آپ نے مجھ پر رافضی ہونے کا الزام عائد کیا ہے، اب اپنے اس بہتان کی سزا چکھیے۔ خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے نہایت تسلی سے بادشاہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اس امام کے جوتے اتروا کر کھلواؤ اور پھر دیکھو کہ ان میں کیا رکھا ہے" چنانچہ جوتے اتروا کر کھلوائے گئے تو بادشاہ وعوام یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ ان میں کاغذ کے دو ٹکڑوں پر حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے اسماء گرامی درج تھے۔ یہ واقعہ "خزینۃ الاصفیاء" جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۶۳ پر مرقوم ہے اور حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ نے اسی کتاب کے حوالہ سے مذکورہ واقعہ لکھ کر یہ بھی لکھا کہ:

"برافروختہ ہجوم نے جب امام کی یہ خباثت دیکھی تو حضرت خواجہ رحمہ اللہ کی بجائے امام کو قتل کر ڈالا، بادشاہ کی عقیدت اور حضرت خواجہ کے عروج میں اور اضافہ ہوا، اہل بلخ نے آپ کی بہت سی کرامتوں کا مشاہدہ کیا۔" (علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد اول، صفحہ نمبر ۲۲۰)

قارئین کرام!

جس علامہ ناصر عباس کا تذکرہ اس مضمون میں آیا ہے، انہوں نے قبل از قتل ایک وصیت بھی کر رکھی تھی، اور وہ وصیت یہ تھی کہ میرے ایصال ثواب کے لیے شیعہ مذہب کی مشہور دعا ''دعاء صنمیٔ قریش'' شائع کر کے تقسیم کی جائے۔ چنانچہ ہمارے پاس وہ مطبوعہ امامی دعا موجود ہے جو ناصر عباس کے آنجہانی ہونے کے بعد شائع کروا کر تقسیم کی گئی۔ اب یہ دعائے ''صنمیٔ قریش'' کیا ہے؟ اور علامہ ناصر عباس ملتانی اور ملک آفتاب جوادی کی بغیضی سوچ اور تبرائی فکر کس طرح باہم مماثلت رکھتی ہیں، اس پر ہماری گزارشات ملاحظہ فرمائیں۔ (جاری ہے)

واحد صحابی رضی اللہ عنہم

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں۔ جن کی (عراق کے شہر) کوفہ میں تدفین ہوئی۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ سب سے پہلے صحابی ہیں۔ جن کو اسلام میں مردوں میں سے سب سے پہلے شہید کیا گیا۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں، جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دست مبارک سے دفن ہونے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت خرباق رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں۔ جن کو ذوالیدین کے لقب سے نوازا گیا۔ (خزینہ معلومات)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں، جو غسیل الملائکہ بنے۔ (حضرت حنظلہ جب شہید ہوئے تو ملائکہ نے آکر ان کو غسل دیا تھا)۔ (خزینہ معلومات)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ وہ واحد صحابی ہیں، جو صاحب السر راز دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (خزینۃ الاسرار)

﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''اور یاد کرو احسان اللہ تعالیٰ کا اپنے اوپر جبکہ تھے تم آپس میں دشمن پھر جوڑ دیئے اس نے دل تمہارے (اس دین پر) سو ہو گئے تم اس کے فضل سے آپس میں (اسلامی) بھائی بھائی اور تم تھے (شرک اور انسان دشمنی کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر پھر اس نے تمہیں (اس پیغمبر کی دعوت سے) اس (آگ) سے بچالیا۔ اسی طرح کھولتا ہے اللہ تعالیٰ تم پر اپنے نشان ہو سکتا ہے کہ تم راہ پاؤ اور چاہیے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو بلاتی رہے لوگوں کو نیک کاموں کی طرف اور روکتی رہے انہیں برے کاموں سے (اور آخرت میں) وہی ہیں اپنی مراد کو پہنچنے والے۔''

ان آیات میں جتلا دیا گیا کہ اب اس پیغمبر کی ہم نشینی میں تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو دنیا کی ساری قوموں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام کرے۔ یہ کام اس جماعت کے ذمہ اس لیے لگایا گیا کہ اب اس پیغمبر کے بعد کسی اور پیغمبر کی بعثت نہیں ہے۔ سو اس پیغمبر کی جانشینی میں اب یہ کام اس امت کے ذمہ لگایا گیا ہے اور اس پر اس جماعت کو فلاح کا وعدہ دیا گیا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی جانشینی میں کون لوگ آگے بڑھے جنہوں نے دنیا میں مختلف ممالک کو ایک کرنے کا ذمہ اٹھایا اور انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت دی۔ یہ وہ ہمنشینانِ رسالت ہیں جنہیں اسلامی اصطلاح میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا جاتا ہے۔ یہاں صحابی کا لفظ صرف اپنے لغوی معنی میں نہیں یہ ایک اسلامی اصطلاح ہے اور تاریخ اسلام میں ان کا ایک اپنا مقام ہے، سو ضروری ہے کہ اس کے مفہوم میں کوئی شخص کسی غلط فہمی میں نہ رہے۔

نزولِ وحی سے پہلے ہی سیرت اس قدر روشن
لقب قبلِ نبوت آپ کا صادق امیں دیکھوں
مبارک عائشہ تجھ کو، قیامت تک تیرے گھر میں
نبی کے ساتھ صدیقؓ و عمرؓ کو بھی مکیں دیکھوں

نبیؐ پر تھا یقیں کامل ، لقب صدیق کا پایا
اسے معراج کی تصدیق میں بھی اولین دیکھوں
وہ عثمانؓ حیا پیکر ابو العاصؓ و علیؓ حیدر
میں ان تینوں کو داماد امام المرسلینؐ دیکھوں
خدا کی راہ میں عثمانؓ لٹائے مال و زر اپنا
لہو کا مدعی اس کا ، میں قرآن مبیں دیکھوں
علیؓ چوتھے خلیفہ ہیں ، وہ تینوں کے معاون تھے
محبت میں مثالی سارے ہی میں راشدیں دیکھوں

زائرینِ حریمِ نبوت کے اپنے اپنے مقاصد

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے والے کئی قسم کے لوگ ہوئے، انہیں مجموعی طور پر زائرین حریم نبوت کا نام دیا جاسکتا ہے اور زائرین حریم نبوت میں کبھی وہ لوگ بھی ہوتے تھے جو قوم کے بڑے لوگ شمار ہوتے تھے اور انہیں کسی یتیم کی قیادت میں آنا بظاہر گراں محسوس ہوتا تھا۔ ان کے آنے پر آپ نے اگر کبھی اپنے کسی صحابی کی پرواہ نہ کی تو اللہ رب العزت نے اسے پسند نہ فرمایا اور آپ ﷺ کی عزت وشان کو ملحوظ رکھتے ہوئے بات اس طرح اشارۃً کہی:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓی ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰی ۝ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰی ۝ وَهُوَ يَخْشٰی ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ۝ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ﴾ (پ ۳۰، سورۃ عبس :۱تا ۱۲)

”اس کی پیشانی پر بل آگئے اور اس نے منہ پھیر لیا اس بات سے کہ اس کے پاس ایک (کمزور) اندھا آیا اور آپ کو کیا خبر کہ وہ کچھ سنورتا اور کچھ سمجھ پاتا اور کام آتا اس کے (تیرا) سمجھانا اور وہ جو پروا نہیں کرتا تو اس کی فکر میں ہے اور آپ پر کوئی الزام نہ تھا کہ وہ درست نہیں ہوتا اور وہ جو آپ کے پاس آیا اور وہ ڈر رہا ہے آپ اُسے چھوڑ کر اور طرف متوجہ ہو رہے ہیں ایسا نہیں یہ تو ایک نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے اسے یاد کرے۔“

سب زائرین آپ ﷺ کے ہم نشین نہ ہو پاتے تھے

اس سے پتہ چلا کہ سب زائرین حریم نبوت، حضور اکرم ﷺ کے ہم نشین نہ ہو پاتے تھے اور رب العزت نے آپ ﷺ کو پہلے سے ہدایت کر رکھی تھی کہ ظالموں کے ساتھ بیٹھنا نہیں اور نہ انہیں اپنے ساتھ بٹھانا ہے یہ آپ ﷺ کی شان کے مناسب نہیں ہیں:

﴿ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

''اور اگر شیطان تمہیں کسی بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ایسے لوگوں کے ساتھ آپ نے نہیں بیٹھنا (ان کو اپنی ہم نشینی میں نہ لا)۔'' (پ ۷، سورۃ الانعام: ۶۸)

قرآن پاک میں حضور اکرم ﷺ کو ان کی ہم نشینی سے روک دیا گیا

بلکہ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے روک دیا گیا۔ خصوصاً جب کہ وہ منافقت کی باتیں کر رہے ہوں:

﴿ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ﴾ (پ ۵، سورۃ النساء: ۱۴۰)

''جب سنو تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں نہیں تو تم بھی ان جیسے ہو گے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ان کی ہم نشینی سے روک دیا تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ انہیں اپنا ہم نشین بنائیں۔ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص مجلس میں اپنے دین پر طعنہ اور عیب سنے پھر انہی میں بیٹھا رہا کرے اگر چہ آپ کچھ نہ کہے وہ منافق ہے۔'' (تفسیر عثمانی، ص ۱۳۱، طبع سعودی عرب)

بلکہ وہ لوگ جو اس طرح حضور اکرم ﷺ کی گستاخی نہ کرتے تھے لیکن اس لیے اسلام قبول نہ کرتے تھے کہ انہیں ان چھوٹے لوگوں کا ہم نشین بننا پڑے گا جو دائرۂ اسلام میں آبیٹھے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ہدایت فرمائی کہ ان چھوٹے مخلصین کو اپنی ہم نشینی سے دور نہ کرنا، انہی سے اپنے آپ کو لگائے رکھنا۔ ان بڑے لوگوں کی کچھ پروا نہ کرنا جو ان چھوٹے مخلصین کی ہم نشینی کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ (پ ۱۵، سورۃ الکھف: ۲۸)

''اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام طالب ہیں اس کے منہ کے اور نہ تجاوز کریں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر کہ تو ڈھونڈے دنیا کی رونق میں اور تو نہ مان اس کی بات جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی کے اور اس کا کام حد پر نہ رہنا۔''

اور پھر یہی بات سورۃ الانعام میں اس طرح کہی۔

﴿وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾

''اور مت (اپنے سے) دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام۔''

(پ ۷، سورۃ الانعام: ۵۲)

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ آپ ﷺ کے ہم نشین وہی رہیں جو صدق دل سے ایمان لائے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے پاس آنے جانے اور محض ملنے والوں میں وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو اندر سے ایمان نہ لائے ہوئے ہیں، وہ آپ ﷺ کے ہم نشین نہ ہو پائیں۔

حدیث میں بھی ایسے لوگوں کو ہم نشینی سے روک دیا گیا

آپ ﷺ نے اپنے ہم نشینوں کو بھی ہدایت کر رکھی تھی کہ منافقین کو اپنی صحبت میں نہ آنے دیں، ان کے ساتھ بیٹھنا نہ ہو۔ یہ ہماری مجلسوں میں بٹھائے جانے کے لائق نہیں۔

لا تصاحب الامومنا ولا یاکل طعامك الاتقی۔ (جامع ترمذی ج۲، ص ۲۶)

''تو نہ بیٹھ مگر صرف مؤمن کے ساتھ اور تیرے ساتھ مل کر نہ کوئی تیرا کھانا کھائے مگر وہی جو خدا سے ڈرنے والا ہو۔''

بلکہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے یہ بھی کہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لا تجالسوا اهل القدر ولا تفاتحوهم۔ (رواہ ابوداود و رواہ الترمذی ج۲، ص ۶۲، مشکوٰۃ ص ۲۲)

”تم ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جو تقدیر کے منکر ہیں اور انہیں اپنے ساتھ نہ ملاؤ۔“

اس میں یہ کھلے طور پر بتایا گیا کہ ایسے لوگ مسلم سوسائٹی میں جگہ پانے کے لائق نہیں۔ پھر ان زائرین حریم نبوت میں کبھی عیسائی بھی آنکلتے تھے۔ نجران کا وفد جب آپ ﷺ کے سامنے آیا، آپ ﷺ نے ان سے کچھ گفتگو کے بعد انہیں دعوت مباہلہ بھی دی تھی۔ یہود بھی کئی دفعہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے لیکن وہ آپ ﷺ کے حلقہ میں کبھی نہ بیٹھتے تھے۔ انہیں ہم نشینانِ رسالت کا شرف ہرگز نہ ملتا تھا۔

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ زائرین حریم نبوت میں کئی قسم کے لوگ ہوتے تھے ان میں جو ہم نشینانِ رسالت تھے اور آپ ﷺ کے حلقہ عقیدت میں بیٹھتے تھے انہیں ہی حضور اکرم ﷺ کے صحبت یافتہ مانا گیا ہے۔ منافقین کو یا آپ ﷺ کے پاس آنے والے یہود و نصاریٰ کو کبھی صحبت نشینانِ رسول نہیں کہا گیا، سب آنے جانے والوں کو صحبت یافتہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ لفظ پاس بیٹھنے والوں کو ہی دیا جاتا تھا اور صحابی وہی سمجھے جاتے تھے جو ہم نشینانِ رسالت رہے اور انہی پر حضور اکرم ﷺ کا تزکیے کا عمل چلا جسے قرآن کریم نے آپ ﷺ کے فرائض رسالت میں ذکر کیا ہے انہی صحبت پانے والوں کو یہاں مومن کہا گیا ہے گو وہ پہلے کبھی کفر میں بھی رہے ہوں:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (پ ۴، سورۃ آل عمران: ۱۶۴)

”اور اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا مومنین پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا وہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اسی کی اور پاک کرتا ہے انہیں (شرک وغیرہ سے) اور سکھلاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت (کام کی باتیں) بیشک وہ تھے پہلے کھلی گمراہی میں (کفر میں)۔“

حضور اکرم ﷺ کی تزکیہ کی محنت صرف مومنین پر ہوتی تھی

اس سے پتہ چلا کہ حضور اکرم ﷺ کا عمل تزکیہ و تعلیم صرف مومنین پر ہوتا تھا، محض آنے جانے والے منافقوں پر نہیں۔ تربیت صرف ہم نشینوں کی ہوسکتی ہے، مطلق زائرین کی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین کبھی حضور اکرم ﷺ کی مجلس تعلیم و تربیت میں نہ بیٹھتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ فکر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہوتی تھی اور آپ ﷺ انہی کی تربیت فرماتے تھے۔

انہی کے بارے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اعتراض کا نشانہ نہ بنانا، یہ میرے ہم نشین ہونے کا شرف پائے ہوئے ہیں:

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی أحبھم ومن أبغضھم فببغضی أبغضھم۔ (رواہ الترمذی)

"ڈریں اللہ تعالیٰ سے میرے اصحاب کے بارے میں، میرے بعد ان کو کسی طرح نشانہ نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی وہ میری محبت کے باعث کی، (ان کی اپنی کسی وجہ سے نہیں) اور ان کے ساتھ جس کا کوئی بغض رہے وہ اس کا مجھ سے بغض ہوگا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی کہا:

اذا رایت الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شر کم۔ (رواہ الترمذی)

"تم جب کسی کو دیکھو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے تو اسے کہہ دو اللہ تعالیٰ کی لعنت تمہارے شر پر۔"

پھر اختلاف امت میں حضور اکرم ﷺ نے امت کو ایک ہی سلامتی کی راہ بتلائی کہ صرف وہ لوگ جنت میں داخلہ پائیں گے جو اس راہ پر ہوں گے جو میری اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی راہ ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کلھم فی النار الاملة واحدة قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما أنا علیہ واصحابی۔ (رواہ الترمذی و رواہ احمد و ابوداؤد)

"وہ سب آگ میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ آپ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ آگ سے بچنے والے کون ہونگے آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی لائن میں چلنے والے ہوں گے۔"

اس حدیث میں بھی حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ہی راہ کے راہی بتلایا گیا ہے۔ اختلاف امت کے انتشار میں کوئی صحابی کسی گمراہ حلقے میں نہیں گیا، سب حضور اکرم ﷺ کی شاہراہ میں آپ کے ساتھ رہے سو اس میں کوئی تردد نہیں رہتا کہ اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ حضرات نہ صرف حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے راوی ہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سنت کی ایک واضح راہ عمل بھی ہیں۔ جس بات پر یہ سب جمع ہوں وہ راہ یقیناً ہر

گمراہی اور غلطی سے محفوظ ہے۔ جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام فرداً فرداً معصوم ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اجماع میں معصوم ہیں۔

مشہور محدث اور فقیہ امام نووی شافعی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

لانہ اجماع علی الخطأ وھم معصومون من ذلک۔ (شرح صحیح مسلم ج ۱، ص ۴۷۸)

''اس صورت میں یہ صحابہ کا کسی خطاء پر اجماع ہوگا (اور ایسا نہیں ہوسکتا) وہ اس سے معصوم ہیں کہ سب کے سب کسی غلطی پر جمع ہو جائیں (اللہ تعالیٰ انہیں کبھی کسی غلطی پر جمع نہ ہونے دے گا)۔''

کتاب وسنت کی یہ کھلی شہادتیں آپ کے سامنے ہیں سو مقام صحابہ میں ان کی پیشوا حیثیت مسلم ہے، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عام افراد امت کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تو شاگرد ہیں لیکن آپ کی باقی ساری امت کے پیشوا ہیں۔ یہ سب کے سب عادل ہیں، جمع قرآن پر ان سب کا اتفاق ہوا، وہ کتاب لا ریب اپنی اس جمع وترتیب میں ہر شبہے سے بالا و بلند ہے اور مسجدوں میں پورا ماہ رمضان تراویح باجماعت پر انہوں نے اتفاق کیا یہ اب آپ کی پوری امت کی شاہراہ عمل ہے۔

جہاں میں صدق وصفا میں اب تک وہ نام جس کا چمک رہا ہے
اسی کی الفت میں دنیا والو! نبی کا دل بھی دھڑک رہا ہے
سفر ہو لوگو! کہ یا حضر ہو خوشی کی رُت ہو کہ غم کا موسم
وہ دیکھو صدیقؓ جان اپنی نبیؐ پہ ہر دم چھڑک رہا ہے
میکسارانِ عشق و مستی نے گرچہ ساقی سے فیض پایا
جو جام صدیقؓ کو ملا ہے بہت زیادہ جھلک رہا ہے
نبیؐ کی رحلت کے بعد جتنے بپا کئے مفسدوں نے فتنے
تو جانشینِ رسولؐ ان کو عقاب بن کر اچک رہا ہے
صحابہ سے نفرتیں ہی رکھنا ہے جن کا شیوہ ہمیشہ سلماں
وہ رو رہے ہیں تڑپ رہے ہیں کلیجہ ان کا پھڑک رہا ہے

فقہ کا ایک اور مسئلہ بھی سامنے رکھیے

امام نماز پڑھائے کسی متشابہ پر قرآن پڑھتے میں غلطی کرے تو اگر اسے کوئی شخص جو اس جماعت میں شریک نہیں لقمہ دے تو اگر امام نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے لقمہ کو قبول کرلیا تو سب کی نماز ٹوٹ جائے گی یہ کیوں؟ جب کہ وہ لقمہ صحیح تھا یہ صرف اس لیے کہ لقمہ دینے والا نماز کے باہر تھا اور لقمہ لینے والا نماز کے اندر تھا جو نماز کے اندر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہے اور جو نماز سے باہر ہے وہ کسی اور کام میں بھی مشغول ہوسکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اس درجے میں نہیں جس میں وہ ہے جو نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہے۔

سو جس طرح نماز سے باہر والا نماز کے اندر والے کو لقمہ نہیں دے سکتا گو نماز کے اندر والا واقعی غلط پڑھ رہا تھا اس طرح کوئی عام امتی کسی صحابی پر انگلی نہیں اٹھا سکتا گو وہ صحابی اپنی کسی بات یا تحریک میں غلطی پر ہو اسلام میں بزوں کے احترام کے جو آداب سکھائے گئے ہیں ان میں یہ صورت بہت اہم ہے۔

ان میں سے ہے کہ کوئی عام امتی کسی صحابی پر تنقید نہ کرے اس کی ہر غلطی کو بھی اس کی اجتہادی بات سمجھے ہماری عقائد کی جملہ کتابوں میں اس راہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر تنقید سے بالا رکھا گیا ہے ہاں یہ حضرات (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں کتنی سخت زبان کیوں نہ اختیار کریں اس کے حوالے سے عام افراد امت کو ان پر زبان دراز کرنے کی اجازت نہیں ملتی نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں اپنی ایک تالیف سے کتب عقائد کے بھی چند حوالے ہدیہ قارئین کردیں۔

آج مسلمانوں میں بھی کئی ایسے خیالی روشن خیال ہیں جو دل و دماغ سے مغربی تہذیب و تمدن میں کھوئے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے پیچھے سے (عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور رشد راشدین رضی اللہ عنہم سے) روشنی لینے کی بجائے آگے لوگوں کو مغرب کی روشن خیالی کی راہ دکھا رہے ہیں وہ بھی ہرگز زائرین حریم مشرق نہیں ہیں ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ انہیں زائرین مغرب کہتا ہے اور انہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً بیگانہ بتلاتا ہے۔

کل ایک شوریدہ خوابگاہ نبیؐ پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

یہ زائران حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

زائران حریم مغرب کے الفاظ سے زائران حریم مشرق بھی پوری طرح سمجھے جا رہے ہیں کہ صرف زائران بانگ درا ہونا کافی نہیں آپ کے ہم نشین ہوئے بغیر روحانیت کے چراغ نہیں جلتے حضور اکرم ﷺ کے عہد میں جو لوگ آپ ﷺ کے پاس آتے جاتے اور ملتے ملاتے تھے ان میں ہر طرح کے لوگ ہوتے تھے۔ ان میں ہمنشینانِ رسالتؐ صرف وہی ہوئے جنہیں ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عنوان میں کوئی دوسرا نہیں آتا کفار و منافقین کی اپنی اپنی قطاریں ہیں جن سے حضور اکرم ﷺ حسب ارشاد باری تعالیٰ ہمیشہ برسر پیکار رہے گو کچھ وقت آپ ﷺ نے منافقوں سے خاموشی بھی اختیار کی لیکن اس دوران میں بھی وہ بطور آپ ﷺ کے صحبت نشینوں کے دیکھے نہ جاتے تھے۔ پھر جب ان کا پردہ چاک ہوا تو وہ سب حضور اکرم ﷺ کی مجلس سے اٹھا دیئے گئے۔

انہی ہمنشینانِ رسالتؐ سے جانشینانِ رسالتؐ کا انتخاب ہوا اور انہی رشد راشدین سے پوری دنیا میں جو معروفات کی دعوت چلی اور منکرات سے بچنے اور ہٹنے کی صدا لگائی گئی۔ قرآن کریم کی ان آیات میں رشد راشدین کی اساس یہی ہمنشینانِ رسالتؐ ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی جانشینی میں دنیا میں نسب و رنگ کے امتیازات سے بالا ہو کر ایک قوم بنے تمام بنی نوع انسان کو ان کے فطری حقوق دیئے گئے ان کا ایک دین پر جمع ہونا عقل و فطرت اور سلطانی و درویشی کو ساتھ لے کر چلتا تھا۔

محمد (ﷺ) یعنی وہ حرف نخستیں کلک فطرت کا
محمد (ﷺ) یعنی وہ امضائے توقیعات ربانی
وہ رابطِ عقل و فطرت کو کیا شیر و شکر جس نے
وہ فارق زہد سے جس نے مٹایا داغ رہبانی

جانشینانِ رسالتؐ کن لوگوں میں سے آگے لائے گئے

جو لوگ اس وقت معروف بالاسلام تھے صرف وہ حضور اکرم ﷺ کے ہمنشین سمجھے جاتے تھے اللہ رب العزت نے انہیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم اس پیغمبر کی جانشینی پاؤ گے خلافت تمہیں ملے گی۔

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے اور انہوں نے (نبی ﷺ کی ہم نشینی پا کر) نیک کام کئے اللہ تعالیٰ ان کو (آپ ﷺ کی اس ہمنشینی کی برکت سے) زمین میں حکومت دے گا۔'' (پ ۱۸، سورۃ النور: ۵۵)

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ پر بعد میں ایمان لائے ان پر بھی پہلے ایمان لانے والوں کی عظمت اور افضیلت کا اقرار ضروری رہا جس سے صاف عیاں ہے کہ بعد میں ایمان لانے والے پہلے ایمان لانے والوں کے کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔

صحابہ کا لفظ عموماً پہلے ایمان لانے والوں پر آتا رہا ہے

ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں کوئی جھگڑا ہوگیا حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا:

یا خالد لا تسبوا احدا من اصحابی فو الذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مدا حدھم ولا نصفہ۔ (صحیح مسلم ۲، ص ۳۱۰)

''اے خالد رضی اللہ عنہ! میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بُرا نہیں کہنا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے وہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مد خرچ کرنے بلکہ نصف مد خرچ کرنے کے برابر بھی نہ ہوسکے گا۔''

آپ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جو خود بھی صحابی تھے مگر وہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پہلے ایمان لانے والے سابقین اولین میں سے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اپنا صحابی کہا، اس سے معلوم ہوا کہ صحبت رسالت ﷺ میں بھی عموم وخصوص کی نسبت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو ایمان کے ساتھ بیداری میں دیکھنے والے سب صحابی ہیں مگر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے دور میں بھی کئی دفعہ یہ عموم وخصوص کی نسبت سامنے آتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس طرح صحابی کہنا جتلاتا ہے کہ اس دور میں بھی صحابیت میں عموم وخصوص کی نسبت قائم تھی ورنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود بھی تو صحابی تھے۔

یاتی علی الناس زمان فیغزو فئام من الناس فیقال ھل فیکم من صاحب رسول

اللہ ﷺ فیقولون نعم فیفتح لھم ثم یاتی علی الناس زمان فیغزو فئام من الناس فیقال ھل منکم من صاحب اصحاب رسول اللہ ﷺ فیقولون نعم فیفتح لھم۔(صحیح بخاری جلد ۱، ص ۵۱۵، جلد ۲، ص ۳۰۹)

یغزو جیش فیقول ھل فیکم من صحب رسول اللہ ﷺ فیقولون نعم فیفتح لھم ثم یغزو جیش فیقول ھل فیکم من رای رسول اللہ ﷺ فیقولون نعم فیفتح لھم۔

ان روایات میں ہمنشینانِ رسالت مآب ﷺ کی صحبت رسول لفظ مصاحبت سے منقول ہے، اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ صحابی وہی ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں آئیں اور حضور اکرم ﷺ بھی ان کی صحبت چاہیں۔ صحبت رسول کا کامل معیار یہی ہے دوسری طرف منافق جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آتے حضور اکرم ﷺ تو انہیں اپنی صحبت میں چاہنے والے نہ ہوتے تھے اور وہ اسی طرح پھر کر چلے بھی جاتے تو اس سے یہ بات اور پختہ ہوتی ہے کہ منافقین حضور اکرم ﷺ سے ہم نشین نہ ہو پاتے تھے۔

اس پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولما کان لفظ الصحبۃ فیہ عموم و خصوص کان من اختص من الصحابہ مما یتمیزبہ عن غیرہ یوصف بتلک الصحبۃ دون من لم یشرکہ فیھا قال النبی ﷺ فی حدیث ابی سعید لخالد بن الولید لما اختصم ھو و عبدالرحمن یا خالد لاتسبو اصحابی۔ (فتاویٰ ج ۳۵، ص ۵۹)

"جب لفظ صحبت میں بھی عموم وخصوص ہے تو بعض حضرات اس وصف صحبت میں دوسروں سے ممتاز ہونے میں خاص ٹھہرے کوئی دوسرا اس میں ان کا شریک نہ ہوسکا حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جب ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں کسی بات میں کچھ اختلاف ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کوئی سخت بات نہ کہو۔"

حالانکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی تو صحابی ہی تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ فرق کیوں روا رکھا؟ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ حقیقت اس طرح کھول دی ہوئی تھی:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾ (پ ۲۷، سورۃ الحدید: ۱۰)

’’برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور لڑائی کی (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو خرچ کریں اس کے بعد اور جنگ کریں اور وعدہ اللہ تعالیٰ کا سب سے جنت کا ہو چکا۔‘‘

یہاں فتح سے مراد فتح حدیبیہ ہے اس میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جو چلے تھے وہ چودہ سو کے قریب تھے جن کے صحابی ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا انہوں نے وہاں درخت کے نیچے حضور اکرم ﷺ سے بیعت کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی بیعت کہہ کر ان کے دلوں کو پوری دنیا میں کھول دیا اور ان کے ایمان کی خبر دے دی۔

یہ آیات بتلاتی ہیں کہ جانشینانِ رسالتؐ ہم نشینانِ رسالتؐ سے ہی آگے چلیں گے اب ضروری تھا کہ ہم نشینانِ رسالتؐ کے امتیازی خدو خال ہر شک وشبہ سے بالا اور دنیا کے ہر اندھیرے میں اُجالا ہوں یہ سوال اس لیے بھی اٹھا کہ جب کوئی تحریک ایک سیاسی طاقت بنتی ہے تو بعض اوقات اس کے دشمن انہیں دھوکہ دینے کے لیے یا ان کے رازوں پر مطلع ہونے کے لیے بھی ان میں گھس جاتے ہیں بیدار لوگوں کا کام ان سے بچنا اور انہیں ان کے مختلف اطوار سے سمجھنا ہوتا ہے اسلامی اصطلاح میں ایسے لوگوں کو منافقین کہتے ہیں۔اور ایسے لوگوں کو پہچان لینا سوسائٹی کی ایک بڑی خدمت ہوتی ہے۔

ہمنشینانِ رسالتؐ اور منافقین ایک مخلوط سوسائٹی نہ تھے

حضور اکرم ﷺ نے جو امت بنائی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات کے آخر میں انہیں خیر امت کہا وہ منافقین کے ساتھ کسی ایک مخلوط سوسائٹی کے لوگ نہ تھے۔

قرآن کریم کہتا ہے منافقین اللہ تعالیٰ اور مومنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر وہ اپنے سوا کسی کو دھوکہ نہ دیں گے اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں پر کبھی اپنی چالوں سے غالب نہ آسکیں گے۔

قرآن کریم کی پیشن گوئی کہ منافقین مومنین پر کبھی غالب نہ آئیں گے

قرآن کریم میں خبر دی گئی ہے:

﴿ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ (پ ۱، سورۃ البقرۃ: ۹)

’’لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں، مگر سمجھتے نہیں۔‘‘

منافقین اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکہ دینا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ مؤمنین کو ان کے شر سے بچانے میں خود انہیں اندھیرے میں رکھنا چاہتا تھا اس لیے اس نے ان منافقین کو حضور اکرم ﷺ کا ہمنشین (ہم صحبت) نہ بننے دیا وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آتے جاتے پیغام لیتے دیتے تو رہے لیکن آپ ﷺ کے ہم مجلس ہو کر (صحابی کے پیرائے میں) کبھی آپ ﷺ کے پاس نہ بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ کے ہم نشینوں اور منافقوں میں ایسے ممتاز فاصلے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کی ان سے کچھ وقت کے لیے درگزر کرنے کی پالیسی کے باوجود انہیں کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک مخلوط معاشرے میں نہ دیکھا گیا۔

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ منافقین حضور اکرم ﷺ کے پاس آتے جاتے تو تھے لیکن حضور اکرم ﷺ پر پہلے ایمان لانے والوں سے وہ کچھ عملی اور سماجی فاصلے میں ہی رہتے تھے بسا اوقات وہ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے وقوف اور لکیر کے فقیر تک کہہ دیتے تھے اور ان کے طرز عمل پر چلنے سے انکار کر دیتے تھے۔

یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس سماج میں مخلوط نہ ہوئے ہوں اور حضور اکرم ﷺ کے عملی اقرار رسالت کے باوجود ان میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کچھ سماجی فاصلے قائم رہتے ہوں، ورنہ ان نو واردین کو ان پہلے مؤمنین کے طور پر ایمان لانے کی دعوت دینا اور ان کا اس سے انکار کرنا اور انہیں ناپسند کرنا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کسی مخلوط سوسائٹی کے افراد کبھی آپس میں اس طرح دو حلقے نہیں بنتے اور نہ وہ اس طرح ایک دوسرے سے نفرت رکھتے ہیں۔

قرآن کریم نے انہیں ہمنشینانِ رسالتؐ کے ساتھ دو حلقوں میں ذکر کیا ہے۔ ہمنشینانِ رسالتؐ کو منافقین سے جدا ایک مختلف حلقہ بتلایا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت پر ذرا غور فرمائیں:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴾ (پ ۱، سورۃ البقرۃ: ۱۳)

”اور جب کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے وہ پہلے لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح یہ بے وقوف ایمان لائے ہوئے ہیں؟“

قرآن کریم کی پیشگوئی کہ منافقین کبھی ایمان والوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے ہمیشہ کے لیے ہے، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ منافقین صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایسا غلبہ پالیں کہ ان پر حاکم بن جائیں۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ منافقین اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر وہ اپنے سوا کسی کو دھوکہ نہ دیں گے، اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں پر کبھی اپنی چالوں میں غالب نہ آسکیں گے۔ سو غلبہ پانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کبھی کسی نفاق کا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

منافقین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے نہ تھے

ہم نشینانِ رسالتؐ وہی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عام اٹھتے بیٹھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو کسی وقت غیر حاضر ہونے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے۔ منافقین آپ کے پاس آتے جاتے تو تھے (جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے نہ تھے۔ منافقوں کا آپس میں یہ مشورہ ہوا تھا کہ جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتے ہیں ان پر کبھی کچھ خرچ نہ کرو تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ جائیں یہ اس کے سوا نہیں ہوسکتا کہ یہ منافق خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عام اٹھتے بیٹھتے نہ ہوں۔ یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں اور منافقین میں ایک فاصلہ بتلاتی ہے اور منافقین کے اس مؤقف کا بھی پتہ دیتی ہے کہ وہ مسلمانوں پر کبھی کچھ خرچ نہ کرتے تھے سو خرچ کرنے والے کسی طرح منافق نہیں سمجھے جاسکتے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ (پ۲۸، المنافقون: ۷)

"یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر مت کچھ خرچ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ جائیں۔"

صرف آنے جانے والے شرف صحبت نہ پاتے تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمنین کو ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ منافقین کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ان کے ساتھ مل کر کھانے پینے سے پرہیز کریں تا کہ دونوں کسی سماجی پیرائے میں مخلوط نہ سمجھے جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ رکھا تھا کہ کچھ وقت کے لیے آپ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

لا تصاحب الا مومنا ولا یاکل طعامك الا تقی۔

"تم مل جل کر صرف مومنوں کے ساتھ رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے ساتھ ہی تمہارا کھانا پینا رہے۔" (جامع ترمذی ج ۳، ص ۶۲، سنن دارمی ج ۲، ص ۱۴۰)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صحابی وہی تھے جو ہمنشینانِ رسالتؐ رہے وہ اور صرف آنے جانے والے اور کبھی کبھی ملنے جلنے والوں میں دو حلقوں کے لوگ ہو سکتے ہیں مؤمنین کبھی منافقین کے ساتھ مخلوط ہو کر نہ بیٹھتے تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم صرف معیت رسالت سے پہچانے جاتے تھے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف اس سے نہ پہچانے جاتے تھے کہ وہ کہتے ہوں کہ ہم حضور اکرم ﷺ پر ایمان لائے بلکہ دیکھا جاتا تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی معیت پائے ہوئے ہیں یا نہیں۔ قرآن کریم حضور اکرم ﷺ کی معیت پانے والوں کی یہ صفتیں بتلاتا ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ (پ ۲۶، سورۃ الفتح: ۲۹)

"محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ان کی معیت پانے والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں، آپ ﷺ انہیں رکوع و سجود میں دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے۔ ان کی پہچان ان کے چہروں سے ہے یہ ان کے سجدوں کے نشان ہیں۔"

اس آیت میں آپ ﷺ کے ہم نشینوں کی علامات مذکور ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ علامات کبھی منافقوں میں نہ دیکھی تھیں اب اس یقین سے چارہ نہیں کہ منافقین حضور اکرم ﷺ کی معیت ہرگز نہ پائے ہوئے تھے وہ صرف آپ ﷺ کے پاس آتے جاتے رہے آپ کی ہمنشینی نہ پا سکے تھے۔ یہاں صرف حضور اکرم ﷺ کی معیت مذکور ہے ساتھ کوئی شرطیں نہیں ہیں آگے ان کی صفات ہیں اور وہ ان کی علامات ہیں۔

مقامِ صحابیت قرآن کی رو سے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کی راہِ عمل میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ایک نشان میں جمع ہیں یہ ایک راہِ عمل ہے اور مسلمان اس راہ پر چلنے والے ٹھہرتے ہیں۔

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾

"اور وہ جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور وہ مومنین کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں پہنچائیں گے اور وہ بری جگہ ہے پلٹنے کی۔" (پ ۵، سورۃ النساء: ۱۱۵)

اس آیت کی رو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کے اس طرح شریک عمل دکھلائے گئے ہیں کہ ان کی مخالفت ان سے پیچھے رہنے والوں کے لیے جہنم کا دروازہ بتلائی گئی ہے اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ مقام کھلے طور پر متعین ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ پوری امت کے مطاع اور پیشوا ہیں اور ظاہر ہے کہ جو اس طرح ایک امت کے لیے نمونہ ٹھہریں وہ کسی اپنے حلقہ عمل کے ساتھ کسی مخلوط سوسائٹی میں نہیں رہ سکتے ایک دوسری جگہ اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ (پ: ٤ ، سورة آل عمران: ١١٠)

"اور تم بہترین امت ہو جو اوروں کے لیے سامنے لائے گئے ہو۔"

پھر یہ بات بھی ایک روشن راہ بتائی گئی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوری نسل انسانی کے لیے اس سچائی کے گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیسے حاصل کی جائے۔

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ (پ ٢، سورة البقرة: ١٤٣)

"اور اسی طرح کیا ہم نے تمہیں تمام امتوں سے افضل تا کہ تم لوگوں پر (اللہ تعالیٰ کے دین کے) گواہ رہو اور یہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے۔"

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آسمان ہدایت کے ستارے ہیں دن کی روشنی جاتی رہے تو لوگ رات کو ستارے کی روشنی میں چلتے ہیں۔

﴿ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ (سورة النحل: ١٦)

"اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں۔"

(جاری ہے)

گوشہ خواتین

صحابیات کی اسلامی خدمات

عاصم الٰہی ظہیر صاحب

گلستان نبوت کی مہکتی کلیاں، آفتاب رسالت کی ضوفشاں کرنیں سلطان مدینہ ﷺ کی صحابیات طیبات طاہرات سیدات کا مستند دلآویز اور دلنشین تذکرہ کہ جنہیں پڑھ کر دور حاضر کی خواتین کے دلوں میں ان کے نقش قدم پر چلنے کا شوق پیدا ہو۔

علمی کارنامے

اسلامی علوم یعنی قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض میں متعدد صحابیات کمال مہارت رکھتی تھیں۔

حضرت عائشہ، حفصہ، اُم سلمہ اور اُم ورقہ رضی اللہ عنہن نے پورا قرآن مجید حفظ کیا ہوا تھا۔ ہند بنت اسید، اُم ہشام بنت حارثہ، رائطہ بنت حیان اور اُم سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہن قرآن حکیم کے بعض حصوں کی حافظہ تھیں۔

اُم سعد رضی اللہ عنہا قرآن مجید کا درس بھی دیتی تھیں۔ تفسیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص کمال حاصل تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم کے آخر میں ان سے معتد حصہ منقول ہے۔ حدیث میں ازواج مطہراتؓ عموماً اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا خصوصاً تمام صحابیات سے ممتاز تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۲۲۱۰ روایات منقول ہیں اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ۳۷۸ روایات منقول ہیں۔

عملی کارنامے

عملی کارناموں سے مراد صنعت و حرفت ہے۔ کتابت، تجارت، کھیتی باڑی اور خیاطت یعنی کپڑوں کی سلائی وغیرہ شامل ہیں۔ اسد الغابۃ اور مسند امام احمد کی بیشتر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابیات رضی اللہ عنہن اکثر کپڑا بنا کرتی تھیں۔ کاشتکاری تمام صحابیات رضی اللہ عنہن نہیں کیا کرتی تھیں بلکہ وہ

مدینہ یا دیگر سرسبز مقامات کے باشندوں کے ساتھ مخصوص تھیں۔ مدینہ منورہ میں عموماً انصار کی عورتیں کاشتکاری کیا کرتی تھیں۔ مہاجر عورتوں میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا مشغلہ بھی یہی تھا۔

صحابیات کے مذہبی کارنامے

مذہبی خدمات کے سلسلے میں سب سے اہم خدمت جہاد ہے اور صحابیات رضی اللہ عنہن نے جس جوش و خروش، خلوص، عزم اور استقلال سے اس خدمت کو سرانجام دیا اس کی مثال مشکل سے مل سکے گی۔ غزوہ احد میں جب کافروں نے حملہ عام کردیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چند جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم رہ گئے تھے تو اس وقت حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور کفار کے سامنے سینہ سپر ہوگئیں۔ کفار جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیش قدمی کرتے تھے تو انہیں تیر اور تلوار سے روکتیں تھیں۔

پھر حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں اس جوانمردی سے مقابلہ کیا کہ بارہ زخم کھائے اور آپ رضی اللہ عنہا کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔

اسی طرح غزوہ خندق میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جس بہادری سے ایک یہودی کو قتل کیا، اور یہودیوں کے حملہ کو روکنے کی جو تدابیر اختیار کیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ نہ صرف بری بلکہ بحری لڑائیوں میں بھی صحابیات رضی اللہ عنہن شرکت کرتی تھیں۔ جب ۲۸ھ میں جزیرہ قبرص پر حملہ ہوا تو حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا اس میں شامل ہوئیں۔ میدانِ جنگ میں لڑنے کے علاوہ صحابیات رضی اللہ عنہن اور بھی خدمات سرانجام دیتی تھیں۔ مثلاً:

(۱) سپاہیوں کو پانی پلانا (۲) زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا (۳) شہدا اور زخمیوں کو اُٹھا کر میدانِ جنگ سے لے جانا (۴) تیر اُٹھا کر دینا (۵) خورد و نوش کا انتظام کرنا (۶) قبر کھودنا اور فوج کو ہمت دلانا وغیرہ۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور اُم سلیط رضی اللہ عنہا نے مشک بھر بھر کر غزوہ احد میں زخمیوں کو پانی پلایا تھا۔ اُم سلیم اور انصار کی چند عورتیں زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں اور اس مقصد کے لیے وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صدقہ کی برکات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کا صدقہ اس کی عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ تکبر اور فخر (کی بیماریوں) کو زائل کرتا ہے"۔ (طبرانی)

کرسکتے ہیں، میں نے وزیر تعلیم کا بیان پڑھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جلد الیکشن نہیں ہونگے، لہٰذا ہمیں اتنا خرچ کرنے کی فی الحال ضرورت نہیں ہے۔

④ کل بس یا ویگن کے ذریعہ نور پور سے ہو آئیں۔ بچوں کے ۹۰۰ روپے ارسال ہیں۔

والسلام...... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۲۹؍دسمبر ۱۹۸۹ء

---

(۲۰۶) سوالات کے شرعی جوابات

نوٹ: مخلص صاحب نے حضرت قائد اہل سنت سے چند شرعی مسائل کا استفسار کیا تھا اس مکتوب میں وہ سوالات و جوابات ہیں۔

① کیا امام جناح کیپ یا دوسری ٹوپی پہن کر نماز پڑھا سکتا ہے؟

جواب: پڑھا سکتا ہے۔

② ہمارے ہاں ایک نابینا عورت قرآن شریف پڑھتی رہتی ہے، جب کوئی اس کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کو تملیک کرتی ہے۔ کیا اس کا شرعی جواز ہے؟

جواب: قرآن مجید کا ثواب زندہ اور مردہ دونوں کو بخش سکتے ہیں، لیکن ہمارے ہاں یہ جو رواج ہے کہ جب اکٹھا کرتے ہیں تو باقی تمام پڑھنے والے کسی ایک کو مِلک کرتے ہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ جب بھی کسی بھی میت کے لیے ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو وہ پہنچ جاتا ہے۔ خواہ زبان سے کہے یا نہ کہے۔

③ ہمارے ہاں (بھلکسر میں) عرصہ سے جمعہ کا طریقہ کار یہ چلا آرہا ہے کہ پہلے ایک اذان ہوتی ہے، آدھ گھنٹہ کے بعد دوسری اذان ہوتی ہے، اس کے بعد پہلا خطبہ ہوتا ہے جس میں خطبہ مسنونہ کے بعد پون گھنٹہ اردو میں تقریر ہوتی ہے، پھر دوسرا خطبہ عربی میں پڑھ کر جماعت کرا دی جاتی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ میں نے ابا جان سے اس مسئلہ میں کافی بحث کی ہے لیکن وہ نہیں مانتے، فرماتے ہیں کہ عرب شریف میں ایسا ہی ہوتا ہے، وہ علیحدہ تقریر نہیں کرتے، ان کی زبان عربی ہے، وہ عربی میں تقریر کرتے ہیں، ہماری زبان اردو ہے لہٰذا ہم اردو میں تقریر کریں گے، اور جو علماء علیحدہ تقریر کرتے ہیں وہ خلاف سنت ہے۔ لہٰذا رہنمائی فرمائیں۔

جواب: پہلا خطبہ اردو میں اور دوسرا عربی میں ہو تو یہ بھی تو خلاف سنت ہے۔ اگر سامعین کو سمجھانے کے لیے پہلا خطبہ اردو میں دیا جاتا ہے تو دوسرا خطبہ بھی اردو میں ہی دینا چاہیے؟ تاکہ

سامعین اس کا مطلب بھی سمجھ سکیں۔ اور جو خطبہ عربی زبان میں دیتے ہیں، اس کا مطلب کیا ہے؟ اگر یہ دوسرا خطبہ عربی میں ضروری ہے تو پہلا بھی اس وجہ سے ضروری ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ یاد رہے کہ خطبہ جمعہ کا مقصد صرف سامعین کی زبان میں تقریر کرنا نہیں ہے بلکہ عربی نماز کی طرح عربی زبان میں خطبہ ضروری ہے۔ یہ قانونی بات ہے، کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب فارس میں گئے تو وہاں انہوں نے خطبہ عربی زبان میں ہی پڑھا۔ حتیٰ کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، فارسی زبان جانتے تھے، جب وہ اپنے ملک میں گئے تو وہاں عربی زبان میں خطبہ پڑھا۔ علاوہ ازیں اسلاف اہل سنت اور اکابر دیوبند جس ملک میں بھی رہے یا گئے تو انہوں نے خطبہ عربی زبان میں پڑھا اور حسب ضرورت تقریر الگ سے کی۔ بہر حال اس ساری گفتگو میں خاص نکتہ یہ ہے کہ جو خطیب پہلا خطبہ اردو میں دیتے ہیں، وہ دوسرا خطبہ اردو میں کیوں نہیں دیتے؟

سوال: محمد اسلم صاحب سانگ کلاں والوں کے ساتھ اس مسئلہ پر جو آنجناب کی بات چیت ہوئی تھی، وہ ریکارڈنگ حوالہ فرمادیں، تاکہ اس کی روشنی میں مزید فائدہ حاصل کیا جاسکے۔

جواب: سانگ کلاں کے خطیب صاحب قاضی محمد حسن مرحوم (نہ کہ اسلم) سے اس سلسلہ میں خط وکتابت ہوئی تھی، وہ خطبہ سے قبل تقریر سے متعلق تھی کہ خطبہ تو اصلاً عربی میں ہی ہوتا ہے، اور جو اپنی اپنی زبانوں میں تقریر ہوتی ہے وہ بطور وعظ و تلقین ہوتی ہے، اسی طرح عیدین کا خطبہ بھی عربی میں ہی ہوتا ہے، البتہ پہلے سامعین کے استفادہ کے لیے بطور وعظ و نصیحت تقریر کی جانی چاہیے۔

والسلام...... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۵ ررمضان المبارک ۱۴۱۲ھ

بچوں کا صفحہ

خلیفۃ الرسول ﷺ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سوال: خلیفہ بننے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلا حکم کونسا جاری کیا؟

جواب: لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا حکم۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے خود روانگی کا حکم دیا تھا۔ میں اسے نہیں روک سکتا۔

سوال: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت سنبھالتے ہی کن قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کیا؟

جواب: منکرین زکوۃ میں بنو غطفان، بنو فزارہ، بنو مرہ، بنو کنانہ کے علاوہ بعض دوسرے قبائل شامل تھے۔

سوال: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوۃ کی گفتگو سن کر کیا فرمایا؟

جواب: جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تشویشناک صورت حال پر نرم رویہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! (اگر فرض زکوۃ میں سے) ایک رسی کا ٹکڑا بھی لوگ دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے قتال کروں گا۔''

سوال: بتایئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کب بیمار ہوئے اور کتنے دن بیماری کا اثر رہا؟

جواب: ۷ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو آپ رضی اللہ عنہ نے غسل فرمایا: شدید سردی کی وجہ سے بخار ہوگیا۔ جس کی شدت مسلسل پندرہ دن رہی۔

سوال: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کب وفات پائی؟

جواب: ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری بروز دوشنبہ مغرب اور عشاء کی نماز کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

سوال: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان پر وصال کے وقت آخری الفاظ کیا تھے؟

جواب: آپ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے: ''رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ'' یعنی اے رب مجھ کو مسلمان اٹھا اور صالحین کے ساتھ میرا حشر کر۔

سوال: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کن صحابہ رضی اللہ عنہم نے غسل دیا تھا؟

جواب: وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس اور آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔

سوال: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ کس صحابی نے پڑھایا تھا؟

جواب: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے۔

سوال: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہاں دفنایا گیا اور کس نے آپ رضی اللہ عنہ کو قبر مبارک میں اُتارا؟

جواب: آپ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی قبر مبارک کے قریب دفن کیا گیا جسے گنبد خضرا اور روضہ رسول ﷺ کہتے ہیں اور درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو قبر میں اتارا۔

حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم۔

سوال: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کتنا عرصہ خلافت کے منصب پر فائز رہے؟

جواب: دو سال تین ماہ گیارہ دن۔

نعت رسولؐ

سیرت رسولؐ اللہ کی

محمد نسیم اختر بھوچپوری

اسکو حاصل کیوں نہ ہو قربت رسول اللہ کی ☆ جسکے دل میں ہے مکیں الفت رسول اللہ کی

ہے قرآن پاک میں مدحت رسول اللہ کی ☆ اللہ اللہ شان یہ شوکت رسول اللہ کی

دشمنوں کو گالیاں کھا کر بھی دیتے ہیں دعا ☆ کوئی دیکھے تو ذرا سیرت رسول اللہ کی

ہیں مہ و خورشید روشن آپ ہی کے نور سے ☆ کس قدر پر نور ہے صورت رسول اللہ کی

کیا سمجھ پائے کوئی انساں عروج مصطفےٰؐ ☆ لامکاں سے ہے سوا رفعت رسول اللہ کی

خالق کونین کا وعدہ ہے کہ فردوس میں ☆ سب سے پہلے جائیگی امت رسول اللہ کی

ہیں وہی حقدار جنت کے زمانے کا نسیم
جن کی نظروں میں رہے عظمت رسول اللہ کی